ابو سعید حنیف احمد محمود-برطانیہ

# تقریر

تقریر بابت اللہ تعالیٰ

وقت 5-7 منٹ

## Someone is always listening

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (البقرہ:128)

کہ جب ابراہیم اُس خاص گھر کی بنیادوں کو اُستوار کر رہا تھا اور اسماعیل بھی (یہ دعا کرتے ہوئے) کہ اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے قبول کر لے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اُس میں وہ کیا نہیں
سب خیر ہے اِسی میں کہ اُس سے لگاؤ دِل
ڈھونڈو اُسی کو یارو! بُتوں میں وفا نہیں

(درِ ثمین)

**معزز سامعین!** برطانیہ میں مجھے اپنی رہائش گاہ کے قریب "فلپس میموریل پارک" میں روزانہ ہی Evening walk کرنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ پارک صاف ستھرا اور حسین پارک ہے۔ اِس کا سائز لمبائی رُخ زیادہ ہے اور جس کے ساتھ ساتھ ایک ندی بہتی ہے جو اس پارک کے حُسن کو دوبالا کرتی ہے۔ اس پارک میں وزٹ کرنے والوں کے لیے جابجا بینچز لگا رکھے ہیں۔ برطانیہ کے رواج کے مطابق بعض لوگ اپنے مرحومین کی یاد میں بینچز رکھواتے ہیں۔ اس پارک میں بھی کچھ دنوں سے ایک نئے بینچ کا اضافہ نظر آ رہا تھا۔ جلسہ سالانہ برطانیہ پر جرمنی سے آنے والے میرے داماد عزیزم عمران انیل نے اس میں کندہ عبارت کی طرف توجہ دلائی جو یہ تھی Someone is always listening کہ کوئی ایسی ذات ہے جو ہر وقت سن رہی ہے۔ آج اِسی جملہ کو موضوعِ سخن بنا رہا ہوں کیونکہ دنیا بھر میں دہریوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ دنیا خود بخود بن گئی ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی ذات نہیں جو سنتی یا بولتی ہو اور دنیا کی خالق ہو۔ جبکہ دنیا کی اکثریت خواہ وہ کسی بھی خدا کو نہ مانتے ہوں غیر ارادی طور پر اُن کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھتی ہے۔ ہمارے جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء سے معاً قبل عالمی فٹبال ٹورنامنٹ اختتام کو پہنچا۔ ہم نے بے شمار کھلاڑیوں کو جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اپنی کسی کامیابی پر یعنی گول کرنے پر انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے دیکھا ہے۔ جس سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ غیر مسلم لوگ بھی خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض دہریے بھی ہوں گے۔

ہر مذہب میں ایک ہستی کا جو تصوّر ہے۔ اُس ہستی کے مختلف مذاہب میں کچھ نام ہے جیسے خدا، خداوند، بھگوان، پرمیشر، ایشور، یہوہ، گاڈ، فادر وغیرہ اور اسلام میں اس ہستی کا نام اللہ (تعالیٰ) ہے جو اِس کا یہ ذاتی نام ہے اور 104 کے قریب صفاتی نام ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:181) کہ اللہ ہی کے سب خوبصورت نام ہیں پس اُسے ان ناموں سے پکارا کرو۔ ان صفاتی ناموں میں سے ایک صفت "السمیع" ہے۔ جس کا ذکر قرآنِ کریم میں 50 کے قریب مواقع پر آیا ہے۔ "السمیع" کے معنی سننے والے کے ہیں۔ یہ سَمَعَ سے نکلا ہے جس کے معنی "کان" (Ears) کے ہیں جس کے ذریعہ سنا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں السمیع کا الفاظ اکیلے استعمال نہیں کیے بلکہ 50 سے زیادہ مقامات پر العلیم یا علیماً کی صفت کے ساتھ آیا ہے جس کے معنی ہوں گے کہ اللہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا ہے کہ

"السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ۔ دعائیں سنتا ہوں۔ دلوں کے بھیدوں، ضرورتوں، اخلاص کو جانتا ہوں"

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 228)

کچھ جگہوں میں بصیر کے الفاظ کے ساتھ لایا گیا ہے کہ جس کے معنی سننے اور دیکھنے کے ہیں اِسی لیے سننے اور دیکھنے والے آلات کے لیے سمعی بصری کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ہماری جماعت میں اس نام سے ایک شعبہ بھی قائم ہے جو شعبہ سمعی وبصری کہلاتا ہے اور پھر دو مقامات پر سمیع کے ساتھ الدُّعَاءِ کے الفاظ ہیں یعنی دعاؤں کو سننے والا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"علامہ راغب نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جب سمیع کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَلسَّمْعُ کا لفظ منسوب کرتے ہیں تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا سنائی جانے والی اشیاء کے بارے میں علم ہونا اور ان کے بارے میں جزا دینے کا ارادہ کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس تعریف سے ظاہر ہے بعض دفعہ لوگ بعض جلد باز یہ دھوکہ کھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پکارا، بہت دعا کی لیکن ہماری دعا سنی نہیں گئی۔ ہماری پکار سے یا ہماری دعا سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم ہے کہ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ یا جو چیز ہم مانگ رہے ہیں، جس چیز کے لئے ہم دعا کر رہے ہیں اس کی اس حالت میں ضرورت ہے بھی یا نہیں۔ اگر حقیقت میں ہمارا شمار اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں میں ہو، خدا کرے کہ ہو، تو وہ بہتر جانتا ہے کہ اس وقت کس رنگ میں ہماری کیا ضرورت ہے۔ تو یہ بات دعا کرتے ہوئے ہر وقت مدّنظر رہنی چاہئے کہ جہاں وہ سمیع ہے، علیم بھی ہے۔ ہمارا کام صرف مانگنا ہے اور اکثر جب ہماری فریادوں کو اللہ تعالیٰ سنتا ہے وہاں اگر اپنے بندے کی کسی دعا کو اس صورت میں جس میں کہ بندہ مانگ رہا ہے ردّ بھی کر دیتا ہے تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ وہ واقعہ بڑا مشہور اکثر آپ نے سنا ہے کہ جو بزرگ تیس سال تک دعا مانگتے رہے اور روز ان کو یہی جواب ملتا تھا کہ نہیں منظور۔ اور صرف تین دن ان کے ایک مرید نے ان کے پاس بیٹھ کر جو بے صبری کا مظاہرہ کیا تو وہ رو پڑے کہ مَیں تو اتنے عرصہ سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور مجھے یہی جواب مل رہا ہے اور میرا کام تو مانگنا ہے مانگتا چلا جاؤں گا۔ اس بات پر وہی کیفیت دوبارہ طاری ہوئی اور وہ نظارہ مرید نے بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا جواب تھا کہ اس عرصہ میں جتنی دعائیں ہیں سب قبول ہوئیں۔"

(خطبہ جمعہ 6/جون 2003ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا۔

"یَا عَبۡدَ الۡقَادِرِ اِنِّیۡ مَعَكَ اَسۡمَعُ وَاَرٰی"

اے عبد القادر مَیں تیرے ساتھ ہوں، سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 613)

اسلام کا خدا تمام خداؤں سے طاقت ور ہے۔ اُس کی صفات دوسرے مذاہب کے خداؤں سے زیادہ ہیں۔ مسلمانوں کا اپنے اللہ پر یقین بھی دوسرے مذاہب کے مقتدیوں کے اپنے دیوتاؤں پر یقین سے زیادہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ہندوؤں میں دیوتاؤں کی تعداد 33 کروڑ ہے جبکہ بھگوان یا ایشور ایک ہی ہے۔ جہاں تک خدا کی صفت "سننے والے" کا تعلق ہے۔ وہ تو ہر مذہب والا کہتا ہے کہ ہمارا دیوتا سنتا ہے، ہمارا بھگوان سنتا ہے۔ ہمارا خدا سنتا ہے۔ مثلاً عیسائی تین خداؤں پر ایمان لاتے ہیں اور تین مل کر ایک خدا ہے۔ جو سُنتا ہے اسی لیے تو پارک میں رکھے بینچ پر لکھا ہے Someone is always listening۔ اس قول میں Someone کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ یعنی کوئی تو ہے یا کوئی ایک۔ یہ لفظ سنگل استعمال ہوا ہے نہ کہ Plural۔ اسلام کا خدا یعنی اللہ تعالیٰ 104 صفات رکھنے کے باوجود وہ اکیلا ہی خدا ہے جس کا ذاتی نام "اللہ" ہے جو السمیع یعنی سنتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایک وادی کے قریب پہنچے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اللہ اکبر کا ذکر بلند آواز میں کرنے لگے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! دھیما پن اختیار کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے بلکہ "اِنَّہٗ مَعَکُمۡ وَاِنَّہٗ سَمِیۡعٌ قَرِیۡبٌ" وہ تو تمہارے ساتھ ہے اور وہ بہت سننے والا اور قریب ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور پھر کہتے:
"اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"
اس کے بعد آپ تین دفعہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہتے اور پھر تین دفعہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا" کہتے اور پھر یہ دعا کرتے "مَیں دھتکارے ہوئے شیطان کے وساوس اور اس کے شکوک و شبہات ڈالنے سے سَمِیْع اور عَلِیْم خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔"

(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب من رای الاستفتاح بسبحانك اللھم وبحمدك)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیمہ میں قیام پذیر تھے اور بار بار یہ دعا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ! مَیں تجھے تیرے عہد کا واسطہ دیتا ہوں، تجھے تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ میرے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے تو بے شک ہماری مدد نہ کر۔ یعنی اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ حضورؐ اتنی عاجزی اور زاری کے ساتھ بار بار دعا کر رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ سے رہا نہ گیا اور گھبرا کر آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے اللہ کے رسول! کافی ہے، اتنی آہ وزاری کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کی دعا ضرور قبول کرے گا۔ حضورؐ اس وقت زِرّہ پہنے ہوئے تھے چنانچہ حضورؐ اسی حالت میں خیمہ سے باہر آئے اور مسلمانوں کو خوشخبری دی کہ دشمن کی جمیعت شکست کھا جائے گی۔ ان کے منہ موڑ دئے جائیں گے بلکہ یہ گھڑی ان کے لئے بڑی دہشتناک، ہلاکت خیز اور تلخ ہوگی۔

(بخاری کتاب الجہاد باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم...)

**سامعین!** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 1883ء کو الہام ہوا:
"سَلَامٌ عَلَیْکَ جُعِلْتَ مُبَارَکًا سَمِعَ اللّٰہُ اِنَّہٗ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ"

(براہینِ احمدیہ ہر چار حصص از روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 620)

کہ تجھ پر سلام۔ تُو مبارک کیا گیا۔ خدا نے دعا سن لی وہ دعاؤں کو سنتا ہے
اللہ تعالیٰ نے سماعت کو یعنی دعاؤں کے سننے کو اپنی طرف منسوب نماز میں کیا ہے۔ رکوع کے بعد قیام کا آغاز بھی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ سے کیا ہے۔ جس میں ایک سبق یہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی پکار سنی جائے تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تسبیح کو اُس آخری حد تک پہنچاؤ۔ جو ایک تو کثرت سے ہو، وہ طیب بھی ہو اور مبارک بھی ہو۔ اور ایک سبق یہ ہے کہ اگر آپ کی نماز، تسبیح وتحمید اور تذکیر سے پُر ہوگی تو وہ نماز قبول ہوگی۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبولیتِ دعا کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"سردار نواب محمد علی خان صاحب، رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا عبد الرحیم خان ایک شدید محرقہ تپ کی بیماری سے بیمار ہو گیا اور کوئی صورت جانبری کی دکھائی نہیں دیتی تھی گویا مُردے کے حکم میں تھا۔ اُس وقت مَیں نے اُس کے لئے دعا کی تو معلوم ہوا کہ تقدیرِ مبرم کی طرح ہے۔ تب میں نے جنابِ الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی میں اس کے لئے شفاعت کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یعنی کس کی مجال ہے کہ بغیر اذنِ الٰہی کے کسی کی شفاعت کر سکے۔ تب مَیں خاموش ہو گیا۔ بعد اس کے بغیر توقف کے یہ الہام ہوا "اِنَّکَ اَنْتَ الْمُجَازُ" یعنی تجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تب مَیں نے بہت تضرّع اور ابتہال سے دعا کرنی شروع کی تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور لڑکا گویا قبر میں سے نکل کر باہر آیا اور آثارِ صحت ظاہر ہوئے اور اس قدر لاغر ہو گیا تھا کہ مدّتِ دراز کے بعد وہ اپنے اصلی بدن پر آیا اور تندرست ہو گیا اور زندہ موجود ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 229، 230)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:
"مَیں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسبابِ طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے۔"

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6۔ صفحہ 11)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

”دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوّتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار الہامات کے ذریعہ یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔“

(سیرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 518)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

”خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اپنے آپ کو السَّمیع قرار دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کامل طور پر لوگوں کی دعاؤں کو سنتا اور اُن کی حاجات کو پورا فرماتا ہے۔“

(تفسیرِ کبیر جلد 6 صفحہ 44)

نیز آیت وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے یعنی جب کوئی اس کو پکارتا ہے تو سنتا ہے۔ جس طرح اگر کوئی رستہ بھول جائے اور کسی کو آواز دے تو اگر وہ سننے کی طاقت رکھتا ہوگا تو جواب دے گا۔ اِسی طرح جو لوگ سیدھے راستہ سے بھٹک جاتے ہیں وہ جب دعا کرتے ہیں خدا تعالیٰ کو پکارتے ہیں تو خدا تعالیٰ اُن کی پکار کو سنتا ہے کیونکہ وہ سننے والا ہے۔ پھر جب خدا آواز دیتا اور انسان اس کی طرف چلتا ہے تو خدا تعالیٰ کی صفتِ علیم اس کی رہنمائی کرتی ہے اور اس طرح وہ اس کے قرب تک پہنچ جاتا ہے۔“

(تفسیرِ کبیر جلد 6 صفحہ 284)

**سامعین!** حضرت مصلح موعودؓ نے سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ کی بہت روح پرور تشریح مختلف مقامات پر فرمائی ہے۔ جیسے فرماتے ہیں۔

”وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ میں بتایا کہ اگر تمہیں نیکی اور تقویٰ اور اصلاحِ بین الناس کے کام میں مشکلات پیش آئیں تو خدا تعالیٰ سے ان کا دفعیّہ چاہو اور ہمیشہ دعاؤں سے کام لیتے رہو۔ کیونکہ یہ کام دعاؤں کے بغیر سرانجام نہیں پاسکتے اور پھر یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے۔ اگر تم اُس کی طرف جھکوگے تو وہ اپنے علم میں سے تمہیں علم عطا فرمائے گا اور نیکی اور تقویٰ کے بارے میں تمہارا قدم صرف پہلی سیڑھی پر نہیں رہے گا بلکہ علمِ لدنّی سے بھی تمہیں حصہ دیا جائے گا۔“

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 507)

پھر فرمایا۔

”وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ میں بتایا کہ بے شک تم کمزور اور بے سروسامان ہو اور تمہارا دشمن بڑا تجربہ کار اور سارے سامان سے مسلّح ہے مگر اللہ تعالیٰ سمیع ہے وہ تمہاری دعاؤں کو سُنے گا اور وہ علیم ہے یعنی ان مشکلات کو بھی جانتا ہے جو تمہیں پیش آئیں گی۔ اس لئے تم اس پر بھروسہ رکھو وہ تمہاری دعاؤں کو سُنے گا اور تمہیں دشمن کے مقابلہ میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے گا۔“

(تفسیرِ کبیر جلد دوم صفحہ 549)

**سامعین!** اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ”السمیع“ کو اِس لیے بھی اہمیت دی ہے کہ حروفِ مقطعات میں تین مقامات میں ”س“ کو لا کر اپنی صفت ”السمیع“ کو اُجاگر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اور صِبۡغَۃَ اللّٰہِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً کی ہدایت میں الٰہی صفات کو follow کرنے کی تلقین فرما رکھی ہے اور یوں صفت ”اَلسَّمِیْعُ“ کے تحت سماعت کو اُجاگر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو کان دے رکھے ہیں۔ جن کو استعمال میں لانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور پھر اپنے مؤمن بندوں کی دعا قبول کرکے بولتا ہے جبکہ ہم میں سے اکثر سنتے کم ہیں اور بولتے زیادہ ہیں۔ ایک زبان کا استعمال زیادہ کرتے ہیں اور دو کانوں کا استعمال کم کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

” سب سے پہلا کلام جو انسان کے کان میں بوقت پیدائش و بلوغ ڈالا جاتا ہے وہ شرک کی تردید لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ہے۔ یہ ایک بحث ہے کہ کان بہتر ہیں یا آنکھیں۔ مولود کے کان میں اذان کہنے کی سنّت سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اگر یہ لغو فعل ہوتا تو کبھی رسول کی سنتِ مؤکّدہ نہ بنتا۔ یقظہ نومی جو بیماری ہے۔ اسکے عجائبات سے بھی اس کی حکمتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔

غرض پہلا حکم کانوں کے لئے نازل ہوا اور انبیاء بھی اسی لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی اشاعت کیلئے آئے اور خدا کی آخری کتاب نے بھی اسی کلمہ کی اشاعت کی اور جس کتاب سے مَیں نے دینی امور کی طرف خصوصیت سے توجیہ کی۔ اس میں بھی اسی پر زیادہ بحث ہے۔“ (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 364)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

” لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ (الملک:11) سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع اور عقل انسان کو ایمان کے واسطے جلد تیار کر دیتی ہے۔ ہماری قوم میں نہ سماع ہے نہ عقل ہے۔ دل میں یہی ٹھانی ہوئی ہے کہ تردید کریں۔ پیشگوئیوں کو جھوٹا ثابت کریں۔ نصّ اور اخبار کی تکذیب کریں کشوف وغیرہ جو اولیائے کرام کے ہماری تائید میں ہیں ان سب کو جھوٹا کہہ دیں۔ غرضیکہ یہ سماع کا حال ہے۔

اب عقل کا سن لو کہ نظائر پیش نہیں کر سکتے کہ کوئی اس امر کا ثبوت دیں کہ سوائے مسیح کے اَور بھی کچھ آدمی زندہ آسمان پر گئے۔ ایک بات کو دیکھ کر دوسری کو پیدا کرنا اس کا نام عقل ہے۔ سو اس کو انہوں نے ہاتھ سے دے دیا ہے۔ دونو طریق (سماع اور عقل) قبول حق کے تھے سو وہ دونو کھو بیٹھے۔ مگر یہ لوگ (اہل امریکہ ویورپ) غور کرتے ہیں اگرچہ سب نہیں کرتے مگر ایسے پائے تو جاتے ہیں جو کرتے ہیں جس حال میں کہ وہ مانتے ہیں کہ مسیح کے دوبارہ آنے کا زمانہ یہی ہے اور اس کی موت کے بھی قائل ہیں تو دیکھ لو کہ وہ لوگ کس قدر قریب ہیں۔ اس قوم کا اقبال اب بڑھ رہا ہے اور مسلمانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ دن بدن گرتے جاتے ہیں اور وہ منتظر ہیں کہ مسیح اور مہدی آتے ہی تلوار اُٹھالیوے گا اور خون کی ندیاں بہا دیوے گا۔ کمبخت دیکھتے نہیں کہ مسلمانوں کے پاس نہ تو فنونِ حرب ہیں نہ ان کے پاس ایجاد کی طاقت ہے نہ استعمال کی استعداد ہے۔ جنگی طاقت نہ بحری ہے نہ برّی۔ تو یہ زمانہ ان کے منشاء کے موافق کیسے ہو سکتا ہے؟ اور نہ خدا کا یہ ارادہ ہے کہ جنگ ہو کیا تعجّب ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں کو یہ سمجھ دے دیوے کیونکہ فہم۔ دماغ اور اقبال کے ایام انہیں کے اچھے ہیں۔ اصل علم وہی ہے جو خدا تعالیٰ کے پاس ہے زمانہ وہی ہے جس کا وعدہ تھا۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ نکّمے، فاسق، فاجر اور کاہل بھی ہیں تو پھر بجز اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ خدا اسی گروہ میں سے ایسے پیدا کر دے کہ وہ خود ہی سمجھ جاویں۔ خدا تعالیٰ کو توپ اور بندوق کی کیا حاجت ہے۔ اس نے بندوں میں ہدایت پھیلانی ہے یا ان کو قتل کرنا ہے؟ زمانہ کی موجودہ حالت خود دلالت کرتی ہے کہ یہ زمانہ علمی رنگ کا ہے۔ اگر کسی کو مار مار کر سمجھاؤ بھی تو وہ بات دل میں نہیں بیٹھتی لیکن اگر دلائل سے سمجھایا جاوے تو وہ دل پر تصرّف کر کے اس میں دھنس جاتی ہے اور انسان کو سمجھ آجاتی ہے۔

**آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی حالت اور تھی اس وقت لوہے سے اور طرح کام لیا گیا تھا۔ اب ہم بھی لوہے سے ہی کام لے رہے ہیں مگر اَور طرح سے کہ لوہے کے قلموں سے رات دن لکھ رہے ہیں۔**

میری رائے یہی ہے کہ تلوار کی اب کوئی ضرورت نہیں۔ عیسائی بھی جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور مسلمان بھی۔ حکمتِ الٰہی چاہتی ہے کہ رفق اور محبت سے سمجھایا جاوے مثلاً ایک ہندو ہے اگر دس بیس مسلمان ڈنڈے لے کر اس کے پیچھے پڑ جاویں وہ ڈر کے مارے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو کہہ دے گا لیکن اس کا کہنا بودا ہو گا کہ بالکل مفید نہیں ہو سکتا اور رفق اور محبت سے سمجھایا جاوے تو وہ دل میں جم جاوے گا حتیٰ کہ اگر اُس کو زندہ آگ میں بھی پھینک دو تو وہ بھی اُس کے کہنے سے باز نہ آوے گا۔ اَسْلَمْنَا (الحجرات:15) ہمیشہ لاٹھی سے ہوتا ہے۔ اور اٰمَنَّا اُس وقت ہوتا ہے جب خدا تعالےٰ دل میں ڈال دے۔ ایمان کے لوازم اَور ہوتے ہیں اور اسلام کے اَور۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے اس وقت ایسے لوازم پیدا کئے کہ جن سے ایمان حاصل ہو مسلمان تو اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے خود اِس قابل ہیں کہ انہی سے جہاد کیا جاوے۔ اب تو وہ زمانہ ہے کہ بچوں کی طرح دین کی باتیں لوگوں کو سمجھائی جاویں۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 443-445)

**سامعین!** ہم سب کا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ ہماری اسلامی تاریخ اور تاریخ احمدیت قبولت دعا کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہاں پر بس ایک حوالہ پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کیسے اپنے پیاروں کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں اور مَیں انہیں دعوت اسلام دیا کرتا تھا۔ جب ایک دن میں نے انہیں پیغام حق پہنچایا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض ایسی باتیں کیں جو مجھے ناگوار گزریں تو مَیں روتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مَیں اپنی والدہ کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا اور وہ انکار کر دیتی تھیں اور آج جب مَیں نے انہیں یہ دعوت دی تو انہوں نے آپؐ کے بارہ میں مجھے ایسی باتیں سنائیں جو مجھے ناپسند ہیں۔ آپؐ دعا کریں کہ اللہ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی

” اَللّٰهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ “

کہ اے اللہ! تو ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں آپؐ کی اس دعا کی وجہ سے خوش خوش گھر کے لئے نکلا اور جب گھر کے دروازہ کے پاس پہنچا تو وہ بند تھا اور میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا کہ اے ابوہریرہ! وہیں ٹھہرو۔ اسی اثناء میں مَیں نے پانی گرنے کی آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غسل کیا، کپڑے بدلے اور دوپٹہ اوڑھ کر دروازہ کھولا اور کہا: اے ابوہریرہ! اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خوشی سے روتے ہوئے حاضر ہوا اور عرض کی: مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی ہے اور ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: اچھا ہوا ہے۔ تب مَیں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپؐ اللہ سے یہ دعا بھی کریں کہ وہ مجھے اور میری ماں کو مؤمنین کا محبوب بنادے اور وہ ہمیں محبوب ہوں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

کہ اے اللہ! تُو اپنے اس بندہ ابوہریرہ اور اس کی ماں کو مؤمنوں کا اور مؤمنین کو ان کا محبوب بنادے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جس مؤمن نے مجھے دیکھا بھی نہیں، بس میرے بارے میں سنا ہے، وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل ابی ھریرہ)

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” پس ایمان کو جہاں اعتقادی لحاظ سے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے وہاں عملی حالت کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم ویسے تو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق پانچ وقت نمازوں پہ توجہ نہ دیں۔ لوگوں کے بنیادی حق ادا نہ کریں اور جب مشکل میں گرفتار ہوں تو اس وقت پھر ہمیں اللہ بھی یاد آجائے۔ لوگوں کے حق ادا کرنے بھی یاد آجائیں۔ پہلے اپنی حالتوں کو بہتر کرنا ہوگا۔ اعتقادی حالت جو بہتر کی ہے تو صرف اعتقادی حالت کے بہتر ہونے سے ہی کام پورا نہیں ہوتا جب تک عمل صالح نہ ہو اور عمل صالح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بھی ادا کئے جائیں اور اس کے مخلوق کے حق بھی ادا کئے جائیں۔ پس یہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ پھر دعاؤں کو بھی سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے حکموں کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے اور عبادتوں اور دعاؤں کے حق ہمیشہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/ جنوری 2018ء)

(کمپوزڈ: تمثیل احمد)

✡✡✡✡